ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

حجاب امتیاز علی کے ناولوں کا اسلوب

STYLE OF HIJAB IMTIAZ ALI'S NOVELS

1.**Imran Haider,**
Lecturer urdu Government Associate College Kameer Town Sahiwal,
imranhaider211eb@gmail.com
2.**Waqas Nabeel,**
PhD Scholar Department of Urdu GC University Lahore
3. **Kamran Joyia,**

Mphil (Urdu) Lahore Leads University Lahore

Abstract
It is not possible for an authentic and reliable artist to portray and interpret the society until his eyes study the universe deeply and he is not fully aware of the downfalls of the society. Hijab's experience and study is extensive, so she creates a true picture of the beautiful and charming sketches of the landscape, and such a beautiful canvas that the reader begins to feel that he is enjoying the sight for himself. A major part of Hijab's life is spent in travel and entertainment, so what he saw, felt, presented in a fictional color. Although the characters of hijab stories and novels are romantic, they are not rebels of moral and civilized traditions. She cherishes these subtle values. This is the reason why the feelings of love that emerge in the slow heat of romance go down in the hearts.
Her novels include "Pagal Khana", "Andhira Khwab" and ""Zalim Muhabbt". The last novel, "Pagal Khana" was awarded the Adamji Adabi Inam and the Government of Pakistan awarded him the Star of Distinction in recognition of his valuable literary services. This aricle is focused on his novel's style.

Key Words:
Hijab Imtiaz Ali, downfalls of the society, Hijab's experience and study, charming sketches of the landscape, fictional color, travel and entertainment, romantic, civilized traditions, "Pagal Khana", "Andhira Khwab","Zalim Muhabbt", Government of Pakistan, Star of Distinction.

اسلوب فکشن کے فنی اجزا میں سے ایک بہت اہم جزو ہے۔باقی تمام فنی اجزا مل کر ایک جتنی اہمیت رکھتے ہیں جب کہ اسلوب والا اکیلا جزو ان سب کے مد مقابل کھڑا ہے۔باقی تمام اجزا مختلف قسم کے پھولوں کے گل دستے کی مانند ہیں جب کہ اسلوب کی مثال خوشبو جیسی ہے۔اگر پھولوں میں خوشبو نہ ہو تو پھر پھول میں اور کسی رنگ دار کاغذ میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔اسی طرح کسی کہانی کے لیے موضوع بھی بہت نادر چنا گیا ہو اور پلاٹ بھی بہت مربوط و مضبوط بنا گیا ہو کر داروں کا انتخاب بھی فن پارے کے لوکیل اور کہانی کے فنی تقاضوں کے مطابق کیا گیا ہو ؛ لیکن اگر اسلوب مناسب نہیں ہو گا تو مذکورہ بالا سارا اہتمام بے کار ہے۔تو درج بالا وہ امکانات ہیں جن کی روشنی میں کسی بھی لکھاری کا اسلوب پھلتا پھولتا ہے اور ایک لکھاری کو درج بالا امکانات کو ذہن میں رکھنا پڑتا ہے۔اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس کا اسلوب یقیناً متاثر ہو گا۔

اسلوب بیان سے مراد بات کہنے کے ڈھنگ اور طرز تحریر سے ہے۔ہر انسان میں بات کرنے کے طریقے مختلف ہوتے ہیں۔اسی طرح ہر ناول نگار اپنا ایک مخصوص انداز ، لب ولہجہ اور اپنے خیالات کو قاری کے سامنے پیش کرنے کا فن رکھتا ہے۔یہ اسلوب کا ہی کمال ہوتا ہے کہ موضوع کیسا ہی کم زور اور روکھا کیوں نہ ہو اسلوب کے سہارے ہی قاری کی دل چسپی کو بر قرار رکھتا ہے۔ناول کے لیے اسلوب کا وجود اسی طرح اہمیت رکھتا ہے جیسے جسم کے لیے جان۔اس کے بر عکس ناول کا موضوع کتنا ہی عمدہ اور دل کش کیوں نہ ہو اگر اس کا اسلوب اس کی پیش کش اور زبان و بیان میں حسن نہ ہو تو قصہ بے جان ثابت ہو جاتا ہے اور ناول کی ناکامی کا سبب بنتا ہے۔ڈاکٹر سہیل بخاری اسلوب بیان کی اہمیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”انشا پردازی کا کمال یہ ہے کہ الفاظ فقرے اور جملے ہمارے خیالات و جذبات کے اتار چڑھاؤ کا برابر ساتھ دیتے رہیں۔ناول نگار واقعات سے جو اثر قبول کرتا ہے ، وہ لفظوں اور جملوں کے ذریعے ہی دوسروں تک پہنچاتا ہے۔اس کے لیے اثر پذیری کی صحیح صحیح ترجمانی اور واقعی عکاسی اس کے اسلوب بیان کی دل کشی اور دل آویزی پر ہی منحصرہے۔“(۱)

اسی طرح ڈاکٹر سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

"اسلوب سے مراد کسی لکھنے والے کی وہ انفرادی طرز نگارش ہے جس کی بنا پر وہ دوسرے لکھنے والوں سے متمیز ہو جاتا ہے"(۲)

سید عابد علی عابد نے اسلوب کی جو تعریف اور تقاضا بتایا ہے ، وہ تمام ناقدین سے مختلف بھی ہے اور مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ جامع بھی ہے۔وہ الفاظ کے منفرد دور تاوے کو مرکزی اہمیت دیتے ہیں۔ اگر کوئی لکھاری اتنا ذہین ہے کہ ہر لفظ کی روح تک رسائی رکھتا ہو اور الفاظ کا اس طرح کا استعمال کرنے پر قادر ہو کہ اپنی کشید کرسکے تو سید عابد علی عابد کے بہ قول ایساہی لکھاری صاحب اسلوب کہلائے گا۔اس حوالے سے اردو ناول کے معروف نقاد ڈاکٹر ممتاز احمد خان کا بیان قابل غور ہے ، جس میں وہ کہتے ہیں:

"اسلوب تحریر کے ساتھ ہی ایجاد ہوا۔ہر ناول میں اسلوب اسی طرح موجود ہوتا ہے جس طرح جسم کے ساتھ جان۔دل نشین اسلوب ناول کی جان ہوتا ہے یہ مطابقت Readability کو مہمیز لگاتا ہے۔اکثر کھردرا اور غیر متاثر کن اسلوب ناول کو نا مقبول بنا دینے کا سبب بنتا ہے۔"(۳)

جیسا کہ مذکور ہوا ہے کہ ہر لکھاری کا اپنا اسلوب ہوتا ہے۔ اسلوب کی تشکیل کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں جن میں پہلا تقاضا فن پارے کا موضوع یا ہیئت ہوتا ہے دوسرا تقاضا قاری کی ذہنی استعداد تیسرا تقاضا لکھاری کی اپنی شخصیت حجاب امتیاز علی چونکہ رومانوی فکشن نگار ہیں اور یہ وہ واحد فکشن نگار ہیں جو کہ خالص رومانی تقاضوں کے تحت لکھتی ہیں۔ ماضی پرستی کرداروں کی بنت مخصوص فضا بندی جیسے عناصر انکی رومانیت کے بنیادی اور مرکزی لوازم ہیں ان کی زبان بہت لطیف اور شیریں ہے۔رومانی اسلوب کے تقاضے حقیقت پسندانہ اسلوب اور ترقی پسند اسلوب یا علامتی اسلوب سے بہت الگ ہوتے ہیں کیونکہ رومانی اسلوب کے حامل فن پارے کی بنت ،موضوع، فضا ،منظر نگاری ،اور کردار نگاری جیسے لوازم بھی مختلف ہوتے ہیں۔رومانی فن پاروں کی پہچان کراتے ہوئے ڈاکٹر انوار احمد لکھتے ہیں کہ۔

" ایک منطقہ رومان کا تھا جہاں خواب وخیال اپنی رنگینیاں بکھیرتے اور شیرینیاں بانٹتے دکھائی دیتے ہیں یہاں فرد اپنی ذہنی و جذباتی ازادی اور فطری مسرت کی حفاظت کے لیے کوشاں دکھائی دیتا ہے۔"(۴)

اگرچہ ڈاکٹر انوار احمد نے یہ بات افسانے کی بابت کی ہے لیکن یہ فکشن کے فن پاروں پہ پوری اترتی ہے۔خاص طور پہ حجاب امتیاز علی کے رومانی ناولوں پہ تو بطور خاص پوری اترتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ انکے اسلوب میں ایسے عناصر موجود ہیں جو رومانی اسلوب کے مرکزی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔وہ اسلوب جس میں شیرینی و نغمگی ہے افراد محبت کی شدت سے نہ صرف متاثر ہیں بلکہ دوسرے افراد پہ بھی اثر ڈالتے ہیں۔ڈاکٹر محمد حسن نے رومانی اسلوب کے تقاضے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"عشق و محبت سے متعلق تمام چیزوں کو رومانی کہا جانے لگا۔زبان کی بناوٹ،سجاوٹ،آراستگی اور محاکاتی تفصیل پسندی۔"(۵)

تو ڈاکٹر محمد حسن کے بقول زبان کی بناوٹ ، سجاوٹ ،اراستگی اور محاکاتی تفصیل پسندی وہ عناصر و لوازم ہیں جو کسی بھی رومانی فن پارے کی فکر کو پیش کرنے کے لیے کاملیت کا درجہ رکھتے ہیں اور رومانی موضوع کی پیشکش کے عین مطابق ہوتے ہیں اگر کوئی رومانی موضوع خشک و جامد اسلوب میں بیان کیا جائے تو اس فن پارے کی وقعت کم ہو جاتی ہے حجاب امتیاز علی اس فن اور اسلوبیاتی تقاضوں کے حوالے سے بہت حساس ہیں اور وہ ان عوامل کا بہت خیال رکھتی ہیں۔

حجاب کے ناولوں کی زبان میں سادگی، سلاست اور روانی ہے۔ان کے ناولوں میں پریوں اور حوروں کا حسن و جمال ، وادیوں کا حسن ، آبشاروں کی نغمگی، صحراؤں کی خوفناکی ، سبزہ زاروں اور گلستانوں کی نکہت آوارہ نے شوخی اور رنگینی اور کشش پیدا کی ہے۔ان کی زبان وبیان تکلف اور تصنع سے عاری ہے۔آسان الفاظ کو بر جستگی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ان کا ہر جملہ معنی خیزی ، اثر انگیزی، درد انگیزی اور دلآویزی کا بہترین ترجمان ہے۔اس لئے زبان و بیان میں شگفتگی ، شائستگی ، دلکشی اور شیرینی خوب خوب پائی جاتی ہے۔مختصر یہ کہ زبان و بیان ساری ادبی وفنی خوبیوں سے معمور ہے۔اردو ادب کے دوسرے رومانی فنکاروں کی طرح حجاب کی نثر بھی شاعرانہ نثر ہے۔مندرجہ بالا جملوں سے نثریت سے زیادہ شعریت ٹپک رہی ہے۔چونکہ وہ شعر وافسانہ کی شیدائی تھیں اس لئے ناولوں میں اکثر اشعار رقم کرتی تھیں۔ناول اندھیر اخواب کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

وہ ناولوں میں اشعار کو موقع محل کے لحاظ سے چسپاں کرتی ہیں۔ان اشعار سے زبان و بیان کی موزونیت قائم رہتی ہے۔انہوں نے زبان وبیان کو دلکش اور پر کشش بنانے کے لئے تشبیہ واستعارہ کا خوب خوب استعمال کیا۔جس سے بیان میں رنگینی پیدا ہو گئی۔ان کے ناولوں میں طویل مذ ہبی اور فلسفیانہ میں ہیں۔مگر زبان و بیان میں کسی طرح کا نقص نظر نہیں آتا۔اگر بحثوں کو خارج کر دیا جائے تو تسلسل وروانی میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ان کے ناول زبان بیان کی ساری ادبی وفنی خوبیوں سے معمور ہیں۔موضوع کے ساتھ ساتھ اسلوب کو نئی کروٹ دینے کے فن سے بہت حد تک واقفیت اور عبور رکھتی ہیں۔

ذیل میں ایک اقتباس دیکھیے کہ جب ڈاکٹر منصور پہلی بار دوائیوں کی ٹرے لے کر منیر کے کمرے میں آتا ہے تو۔زبیدہ بیگم جسوتی اور روحی وہاں موجود ہوتی ہیں اس وقت منصور کے حسن کو حجاب امتیاز علی ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں

"منصور ہاتھ میں دواؤں کی ٹرے لئے اندر داخل ہوئے۔سب کی نظریں ان کی طرف اٹھ گئیں یک لخت یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے بجلی کا بٹن دبا دیا۔آنکھوں نے ایک عجوبہ محسوس کیا۔بلند و بالا قد گلابی رنگت کچھ نیلی کچھ فیروزے رنگ کی مسکراتی آنکھیں بال جیسے ڈوبتے سورج کی سنہری کرنیں ستواں ناک۔واضح تھوڑی ۔یونانیوں کے تخیل کے حسن کا جیتا جاگتا مجسمہ ! اپنی زندگی میں ایسا انسانی مکمل حسن میری نظر سے نہ گزرا تھا۔موسم بہار میں میں جب قصر عشرت کے طویل و عریض ایوان میں وادی زبیدہ کی طرف سے جلسہ رقص وسرور منعقد ہوا کرتے تھے تو وہاں حسن در رعنائی کے نادر نمونے موجود ہوتے تھے مگر ایسا مکمل حسن اور وقار نہ شہزادوں کو نصیب تھا نہ سلطانوں کو۔"(٦)

حجاب کے اسلوب کی شیرینی اور نغمگی کا سب انکی زبان میں تشبیہات و استعارات کا وافر استعمال بھی ہے ادب کا ایک سنجیدہ اور زیرک قاری یہ جاسکتا ہے کہ تشبیہ اور استعارہ کس طرح اسلوب کو متتبع کرتے ہیں۔

حجاب امتیاز علی نے بھی تشبیہات و استعارات کے نظام کے ذریعے اپنے اسلوب کو وقیع بنانے کی کوشش کی ہے ذیل میں اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھئے :

"نہ جانے جسوتی کہاں تھی۔ اس نے میرے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ایک محویت کے عالم میں اس شگفتہ اور نا درسن کو دیکھ رہی تھی جو گلاب کی طرح اس کے سامنے کھلا ہوا تھا !"(٧)

عناصر فطرت کے بیان کے وقت بھی حجاب کا اسلوب کروٹ لیتا ہے منظر نگاری میں انکو کمال حاصل ہے وہ سماں باندھ دیتی ہیں چھوٹے چھوٹے اور سادہ جملے گہری کاٹ رکھتے ہیں وہ بہت منظم طریقے سے اور بہت بلاغت کے ساتھ اشاروں کنایوں میں اپنے مدعا کی ترسیل کرتی ہیں جو کہ جمالیاتی حس کو تسکین دینے سے متعلق ہوتا ہے ذیل میں ایک اقتباس ملاحظہ کریں کہ جس میں عناصر فطرت کا ہلکا سا بیان بھی آیا ہے:

دفعتہً کالی سیاہ گھٹائیں نیچے کو اتر آئیں اور دیوانی ہوائیں فراٹے بھرتے ہوئے باغ میں چلنے لگیں۔ یوں لگتا تھا یہ بادل اور یہ ہوائیں مجھے اور جسوتی کو اغوا کرنے کے لئے ہمارے تعاقب میں چلی آرہی ہوں ۔"(٨)

موسم کی تبدیلی پہ جب حجاب موسم کے بلاؤ اور تبدیلی کو بیان کرتی ہیں تو ان کے اسلوب میں تازگی ا جاتی ہے جو کہ رومانیت کی دین ہوتی ہے ذیل میں ایک اقتباس دیکھیے:

" اس صبح موسم بالکل بدل گیا تھا آسمان پر بھورے رنگ کے بادل جمے ہوئے تھے ۔آفتاب بیمار سے نظر آتا تھا۔ ہوائیں سیٹیاں بجا رہی تھیں ۔سمندر میں طلاتم تھا بندرگاہ میں جہاز لنگر انداز تھے۔"(٩)

حجاب امتیاز جب کسی کردار کی جذباتی کیفیت کا ذکر کرتی ہیں تو انکے اسلوب میں روانی اور شدت ا جاتی اور انکا اسلوب اسی نہج پر چل پڑتا ذیل میں ایک اقتباس دیکھیے کہ جس میں جسوتی کو منیر کے حوالے سے اپنے گناہ کا ادراک ہوتا ہے تو وہ منیر کی ان الفاظ میں تعریف کرتی ہے اور خود کو بھی بین السطور ملامت کر رہی ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

" خدا کے لیے اس مظلوم کا نام نہ لو روحی ! مجھے منیر کو دیکھ کر رونا آتا ہے ان کا پاکیزہ چہرہ !فرشتوں کا سا لہجہ! ولیوں کے سے خیالات میں ان کے قابل نہیں وہ نہایت اعلیٰ وارفع ہیں میں بے حد نا چیز ہوں منیر سے مجھے ہمدردی ہے اور جب ۔۔۔اور جب انہیں معلوم ہوا گا کہ جس لڑکی پر وہ اتنی مدت اعتماد کرتے رہے جس سے محبت کرتے رہے اتنا کہہ کر جسوتی بیتاب ہو گئی۔"(۱۰)

آدھا ناول روحی بطور راوی کہانی سناتی ہے جبکہ باقی حصہ فلیش بیک کی تکنیک سے منصور سے کہلوایا جاتا ہے تو اس دوران بھی اسلوب میں نغمگی اور لطافت برقرار رہتی ہے وجہ یہ ہے کہ یہ سارے کے سارے کردار محبت کی بارش میں نہائے ہوئےاور شدید جذباتی ہیں۔ایک اقتباس دیکھیے کہ جس میں منصور جب جسوتی کا ذکر کرتا ہے تو کیسا والہانہ پن ہوتا ہے۔

" بے اختیار میرا دل چاہتا تھا کہ حسن اور عشق کے اس ننھے مجسمے کو جسم میں عورت اپنی محبت کی تمام شیری حیثیتوں میں جلوہ گر تھی, اٹھا کر اپنے سینے سےلپٹا لوں اور کہوں
" اے میری درد مند! میرے دل میں تیرے درد کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔"(۱۱)

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا ہے کہ حجاب امتیاز علی کا اسلوب اس ناول میں بطور خاص شاعرانہ پن لیے ہوئے ہے اس میں اور طرح کی نغمگی اور والہانہ پن کی کیفیت جھلکتی ہے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ کسی خاص وجدانی کیفیت کی بدولت حجاب امتیاز کے تخیل سے نغمے پھوٹ رہے ہوں اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھئے:

" پانی کی ننھی ننھی لہروں کا ترنم افاغنوں کے شور کی طرح ہواؤں میں گونج رہا تھا زیتون کے درختوں پر کوئل کوک رہی تھی۔ پہاڑوں کے پیچھے کہیں دور سے آبشار کی گرج دار آواز آرہی تھی۔ دوپہر نہایت روشن اور خیال انگیز تھی اور آسمان پر نیلم کی طرح چمک رہا تھا لیکن آہ سکون قلب کہیں نہیں تھا۔"(۱۲)

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح اس ناول کی فضا خالص رومانی رنگ میں رنگی ہوئی ہے اور کردار بھی محبت کی بارش میں نہائے ہوئے ہیں موضوع میں بھی محبت ہی بیان ہوئی ہے صاف ستھری اور سیدھے سے پلاٹ والی کہانی بیان ہوئی ہے اس کا تقاضا یہ تھا کہ اسلوب بھی رومانوی ہوتا کیونکہ رومانی موضوع کے لیے پھیکا اورمقصدی اسلوب راس نہیں ہے۔

تو جس طرح یہ کہانی رومانوی ہے اسی طرح اسکا اسلوب بھی رومانی اور سادہ و سلیس اور رواں دواں ہے جو اظہار محبت اور شدت محبت کے اظہار کے لیے موزوں ترین ہے۔

اندھیرا خواب بھی چونکہ کسی نہ کسی طرح سے محبت ہی کی داستاں بنتی ہے اس لیے اس ناول کے اسلوب اور ظالم محبت نامی ناول کے اسلوب میں فضا کے اشتراک کے ساتھ ساتھ اسلوب کے بہت سارے عناصر بھی مشترک نظرآتے ہیں۔موسم کی تبدیلی کو وہ ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں :

" اور یہ بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ریاست کیباس میں موسم گرما کی آمد آمد تھی ہواؤں میں زرد نیبوں کی کلیوں کی ہوشر بانکہتیں آوارہ ہونے شروع ہو گئی تھیں اور سر شام دمکتے ہوئے آسمانوں پر گرمیوں کا سبز رنگ کا چاند مسکرانے لگا تھا۔"(۱۳)

اس ناول کے بارے پہلے بھی ہم نے ذکر کیا ہے کہ اسکی بہت کچھ فضا اسلوب نگاری اور کردار نگاری ملتی جلتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ جب اس ناول کے کردار شدید جذباتی محبت کا اظہار کرتے ہیں تو اسلوب زیادہ پرتاثیر بن جاتا ہے اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے:

" صوفی رو کر بولی۔ "نہ جانے تمہاری طویل جدائی نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا تم نہیں جانتے ریحانی مجھے تم سے کتنی گہری محبت ہے اور تمہاری اس طویل جدائی نے میرے جذبات پر کیا اثر ڈالا ہے۔"(۱۴)

حجاب امتیاز علی کا ایک بنیادی وصف یہ بھی ہے کہ وہ اسلوب نگاری سے بھی وہی کام لیتی ہیں جو کرداروں کی حرکات و سکنات سے لیا جاتا ہے کہانی کے پلاٹ جو نیا موڑ دینے میں کہانی کو نئی کروٹ دینے میں کسی کردار کے رویے میں تبدیلی کی طرف اشارہ کرنے میں انکا اسلوب مد و معاون ثابت ہوتا ہے اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے:

" باغ میں اب بلبل کا لہجہ دھیما پڑ گیا تھا۔اور موتیا کی ہوشر بانکہتیں آوارہ ہونی شروع ہو گئی تھیں۔ دھوپ گھڑی پر سایہ بھی لمبا ہو گیا تھا یہ دیکھ کر میں سمجھ گئی کہ دن ڈھل چکا ہے اور چائے کا وقت ہو گیا ہے۔"(۱۵)

جب حجاب امتیاز علی جسوتی کے کردار کا نفسیاتی جائزہ لیتی ہے تو وہاں اسلوب اس درجہ رومانی نہیں رہتا کیونکہ نفسیات جیسے ہے چیدہ موضوع پہ لکھنا بہت سہل نہیں ہوتا علاوہ ازیں دقیق اسلوب ہی نفسیات اور فلسفے جیسے مضامین کے لیے برتا جاتا اس حوالے سے ایک میں ایک پیرا گراف دیکھیے:

" جب وہ سال ڈیڑھ سال کی تھی تو اس کے عاشق نے محبت کی بھیک اس کے پھیلے ہوئے دامن میں ڈالنے سے انکار کر دیا تھا آج وہ بیس سال کی ہے تو وہ دوسروں کی محبت سے انکار کرنے لگی ہے۔ نقش اول بگڑ چکا نقش ثانی پر کون بھروسہ کرے؟ اس ریحانی پر اعتماد نہیں۔ اسے کسی مرد کی محبت پراعتماد نہیں۔ عالم طفلی میں اس کے محبوب نے اس کا شیشہ دل چکنا چور کر دیا۔ اب جوانی میں ریحانی جیسے باپوں پرکون اعتماد کرے؟ طفلی کے زلزلے نے اس کے شباب کی عمارت کو مسمار کر دیا اب اس خشک اور بنجر زمین میں کوئی پودا نہیں اگے گا کوئی پھول نہیں کھلے گا۔"(۱۶)

او ناول میں بعض مواقع ایسے بھی آئے ہیں کہ جن میں اسلوب کو لا محالہ تجزیاتی کرنا پڑا ہے اس جگہ رومانیت کے بجائے ٹھوسواقعیت نگاری کا حامل اسلوب برتا گیا ہے جب جسوتی کو جب روحی انجم کی شخصیت کے بارے بتاتی ہے تو اسلوب تجزیاتی روش اختیار کر جاتا ہے اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے :

" میں کچھ سوچنے لگی پھر بولی بلکہ میں ممنون ہوتی کہ اس نے مجھے اپنی ماں کا درجہ دیا۔ وہ مجھ سے محبت اور یہ یگانگت کا طلبگار ہوا۔ صوفی عام طور پر بھوکا انسان چوری کرتا ہے۔ بھوک سے مراد غذا سے نہیں، ہماری کئی بھوکیں ہوتی ہیں محبت کا بھوکا آدمی چوری کی طرف راغب ہو جاتا ہے ۔وہ ہمارے موتی کے ہار اٹھا لے جاتا ہے ۔وہ چاندی کے ظروف اورموتی کے ہاروں میں اپنے مطلوبہ شے تلاش کرتا ہے یعنی محبت اور انسانی ہمدردی۔"(۱۷)

ایک اور اقتباس دیکھیے جس میں روحی جسوتی کی شخصیت کا نفسیاتی تجزیہ کرتی ہے تو یہاں بھی اسلوب میں رومانیت کی بجائے ٹھوس پن اور تجزیاتی انداز ملتا ہے:

" وہ کسی چیز کا ڈٹ کر مقابلہ نہیں کر سکتی تھی وہ مقابلے کے وقت وہ اپنے عہد طفلی میں لوٹ جاتی اور بچوں کی طرح رونے میں اپنے تحفظ کو ڈھونڈا کرتی تھی۔"(۱۸)

اس ناول کے آخری صفحات میں اسلوب کا مزاج خالص فکشن والا ہو جاتا ہے وہی افسانویت در آتی ہے کہ ایک ایک لائن میں ایک ایک کہانی چھپی ہوتی ہے جو قاری کو ماضی اور مستقبل دونوں زمانوں جی خبر دیتی ہے اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے :

" میں نے پلٹ کر ڈاکٹرگار کو دیکھا مگر اسے کیا کہتی کہ میں اس بند دروازے پر ایک محروم و مایوس بچے کے ننھے ننھے ہاتھ دیکھ رہی ہوں اس کے ہاتھ دروازہ کھولنے میں ناکام رہے ۔اس کے قدم گناہ اور قید خانے کی طرف اٹھ گئے۔ ایک محروم محبت بچہ جس پر انسانیت کے دروازے بند ہو گئے اور جس کے لیے قید خانے کے دروازے آغوش مادر کی طرح کھل گئے۔"(۱۹)

یوں یہ ناول بھی اپنے اسلوب کی وجہ سے منفرد شناخت رکھتا ہے اس ناول کا اسلوب بھی بہت وقعت کا حامل ہے اور ناول کے فکری نظام کو بھی تقویت بخشتا ہے۔

یہ ناول چونکہ پہلے دو ناولوں کی طرح خالصتاً رومانی نہیں ہے اس لیے اس کے اسلوب میں زیادہ تر ٹھوس پن کے عناصر ہیں اور انداز بیاں رومانی کے برعکس تجزیاتی ہے۔کہانی کچھ یوں ہے کہ تین۔رکزی کردار روحی ڈاکٹر گار اور شوئی تلاش امن کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔لیکن مکمل

سکون اور امن وہ کہیں بھی نہیں پاتے اس لیے سارے ناول کا اسلوب افراتفری کے زیر اثر ہے آغاز ہی میں اس کی جھلکیاں نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھئے:

"اچانک جہاز ہچکولے کھانے لگا اس وقت میں جہاز کی دریچی کے شیشے سے باہر جھانک رہی تھی۔آہ ہیں میں نے گردن پھیر کر اندر نظر ڈالی تو دیکھا کہ جہاز میں ایک کہرام مچا ہے۔ مسافروں کی دعائیں کارکنوں کا شور غوغا لوگوں کی چیخ و پکار!۔۔۔ ایک قیامت صغریٰ بپا تھی۔ مسافر اس وقت نا گہانی آفت سے شدید گھبرائے ہوئے تھے ۔ان کے ہونٹوں سے سانپ کی پھونکاروں جیسی خوفناک آوازیں نکل رہی تھیں۔ بعض بے ہوش ہو گئے تھے۔ میری کچھ سمجھ میں نہ آیا۔"(۲۰)

اسلوب اور مکالمہ نگاری کی فنی خوبیاں کا تعلق چونکہ براہ راست کردار نگاری سے ہوتا ہے اس لیے کرداروں کی نفسی کیفیات اور سیاسی و سماجی پس منظر کا پتا بھی چل جاتا ہے نیز اسلوب میں تبدیلی کی لہر واضح طور پہ محسوس کی جا سکتی ہے شوئی اس ناول کا ایک کردار ہے اسکا عاشق صفدر اسکو چھوڑ کر چلا گیا ہے اب اسکو ہر جگہ وہی نظر آتا ہے وہ اس سے بدلہ لینے کے ارادے سے ہے جب مصنفہ اور جہاز میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ ہوائی قزاقوں کے ہتھے جہاز چڑھ گیا ہے تو وہ بے حد پریشان ہوتے ہیں جبکہ اس عالم میں شوشو کوصفدر کی بے وفائی کی پڑی ہوتی ہے اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے:

" روحی!روحی! دیکھنا !دیکھنا !یہ تو میرا صفدر ہے وہی ہے وہی ہے۔ چہرہ چھپا رکھا ہے ۔۔۔کچھ عرصے سے شو شوئی کی یہ عادت ہو گئی تھی۔ ہر مرد کو صفدر سمجھنے لگی تھی۔ وہ کھڑی ہونے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس نقلی صفدر کی طرف جائے میں نے کھینچ کر اسے نشست پر جما دیا وہ اٹھ بھی کیسے سکتی تھی اس کی کمر میں چمڑے کی پٹی کسی ہوئی تھی۔ اس لمحے مجھے غصہ آگیا:" میں نے کہا شش۔۔۔! شور نہ کرو وہ صفدر نہیں ہے۔"(۲۱)

حجاب امتیاز علی چونکہ فطری طور پہ ایک رومانی مزاج کی حامل لکھاری ہیں اس لیے بعض جگہوں پہ وہ تجزیہ بھی کر رہی ہوں تب بھی روانی میں انکے ہاں رومانی اسلوب کے عناصر نظر آتے ہیں اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے:

"غرض اوج سرپہ پر پہنچے ہوئے ان روز افزوں جرائم اور عجیب و غریب غیر قانونی حرکات کو دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرے ملک کے سارے لوگ پاگل ہو چکے ہیں اور میرا پیارا وطن ایک وسیع پاگل خانہ بنتا جا رہا ہے ۔کیونکہ یہ صرف اخلاقیات کا مسئلہ نہ تھا بلکہ ایک وبائی قسم کا مرض تھا جس میں بچے بوڑھے سبھی بڑی تیزی سے مبتلاہو رہے تھے۔"(۲۲)

جس لکھاری کی گھٹی میں رومانی انداز تحریر پڑا ہو وہ بار بار اسی طرز کی طرف رجوع کرتا ہے۔

حجاب امتیاز علی چونکہ رومانی فکشن نگار ہیں اس لیے لامحالہ وہ اسی اسلوب کے زیر اثر آتی ہیں اور اسی طرز کو اپناتی ہیں۔ اگرچہ یہ تینوں کردار دہشت کے عالم میں ہیں اور بڑے شہروں سے بھاگ کر جنگل میں پناہ لیے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی عناصر فطرت کو لذت کشمیر کرنے اور ان عناصر فطرت کو شیریں اسلوب میں بیان کرنا نہیں بھولی۔ اس حوالے سے اس ناول کا ایک اقتباس دیکھیں جس میں لکھاری سورج نکلنے اور اس کی کرنوں کے پھیلاؤ کے منظر کو بیان کر رہی ہے:

" سورج بڑی آب و تاب سے نکل آیا تھا۔ نکلتے ہوئے سورج کی سنہری شعاعوں سے سارا سمندر یوں دمک رہا تھا جیسے اس کی تہہ میں آگ لگی گئی ہو بعض وقت جب سمندر کی کوئی دہکتی ہوئی موج آسمان کی طرح بلند ہوتی تھی تو یوں لگتا تھا جیسے آگ کا شعلہ لپک رہا ہے۔ حسن کے اس سیلاب نور کو دیکھ کر میں اتنی متاثر ہوئی کہ دیر تک اس کی پرستش میں محو رہی۔ یہ سماں دیکھ کر مجھے ہندو قوم کی آفتاب پرستی یاد آگئی۔"(۲۳)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

بعض اوقات اس ناول کا اسلوب بالکل مقصدی رنگ اختیار کر لیتا ہے خاص طور سے اس وقت۔جب مصنفہ سائنس کے فوائد و نقصانات کو بیان کرتے ہوئے اس نتیجے پہ پہنچتی ہے کہ اگرچہ سائنس اور سائنسی عمل بہت فایدہ مند ہے لیکن اس کے باوجود انسان کی دوسرے انسان پہ حکمرانی کرنے اور وحشت و بربریت کی عادت نے سائنس کو زیادہ تر منفی مقاصد کے لیے ہی استعمال کیا ہے اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے:

" میں بولی مگر انسانی بہبود کے لیے اس کی یہ دریافتیں اور کوششیں آٹے میں نمک کے برابر۔ میں ڈاکٹر گار اس نے جس لگن سے انسانی تخریب پر کام کیا اگر اس لگن اور شوق سے انسانی اعضا اس کے پٹھوں اس کی نسوں بہ الفاظ دیگر انسانی جسم کی جانچ پڑتال میں اپنے آپ کو غرق کر دیتا تو کوئی وجہ نہیں کہ کوئی تعمیری کامیابی اسے نصیب نہ ہوتی ۔حد یہ ہے کہ لاکھوں سال گزرنے کے بعد بھی وہ انسانی دماغ کی ساخت اور اس کے عمل کو نہ پہچان سکا۔ جب کہ وہ منٹوں میں ساری کائنات کو تباہ کرنے کا گر جان چکا ہے"۔(۲۴)

اگرچہ اس ناول کی تہہ میں مقصدیت چھپی ہوئی ہے تاہم اسکا لوکیل اس کی زبان اور اس کے کردار سب رومانیت کی موجودگی ظاہر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حجاب کا قلم ہر پھرا کر رومانی اسلوب کی خوشبوئیں بکھیرنے لگتا ہے اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے:

" اتفاق سے موسم دن بے حد خوبصورت تھا۔ فضا پرسکون تھی اور ماحول شاعرانہ ۔طویل اور مرمریں برآمدے۔ سامنے پھولوں سے لہلہاتا ہوا گلستان کارنشیں اور موسمی گلاب کے سینکڑوں پھول سر اٹھائے نیلے آسمان کو تک رہے تھے۔ شاہ بلوط پر گہرے فیروزے رنگ اور زرد چونچوں والی مینائیں سیٹیاں بجا رہی تھی۔"(۲۵)

اس ناول کا ایک اہم کردار روحی جو کہ پردے میں مصنفہ کی اپنی ہی ذات ہے ۔بہت رومانی مزاج کی ہے وہ مادی مسائل سے پناہ کے کلیے عناصر فطرت کا سہارا ڈھونڈتی ہے۔ایک بار جب ڈاکٹر گار اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اس کو یہ کہ کر چپ کرا دیتی ہے:

" ابھی نہیں۔ ڈاکٹر ابھی نہیں۔ میں ایک آواز سن رہی ہوں۔ کس قدر ترنم ہے ۔جیسے ماضی کی گھاٹیوں سے مجھے کوئی پکار رہا ہو۔"(۲۶)

درج بالا اقتباس میں ایک خوب صورت تشبیہ اور ماضی پرستی کی خوبی کے ذریعے اسلوب کو متمتع کرنے کی کامیاب کوشش نظر آتی ہے۔اب ایک اور اقتباس دیکھیے کہ جس میں اسلوب مکمل طور پہ کنائے کی صورت اختیار کر چکا ہے اس اقتباس میں منظر نگاری کو بھی بہت حد تک عمل دخل ہے۔ عناصر فطرت کا بیان اور سائنس کے منفی استعمال کا نوحہ یہ سب چیزیں آپس میں یوں گندھ گئی ہیں کہ اسلوب رومانی طرز اختیار کر چکا ہے:

"۳جون کی دہکتی صبح ڈاکٹر میم کے صحن گلستان میں دل آرام کے پھول قہقہے لگا رہے تھے اور سیب کے درختوں کی خمیدہ ٹہنیوں پر زمانے کے انقلابات سے بے خبر پھل یوں بادنسیم کی اٹھکیلیوں سے جھوم رہے تھے جیسے وہ صدیوں پرانے کی کیمیائی اجزاء سے معترا ہواؤں میں بھی جھونکتے رہے ہوں گے ۔انہیں کچھ خبر نہ تھی کہ انہیں آج کے عہد میں انسانی گوشت پوست کی انگلیوں کے علاوہ اور ہاتھ اسی طرح شاخ سے جدا کر سکتا ہے جیسے صدیوں سے انسان جدا کرتا رہا ہے۔"(۲۷)

یوں اس ناول کا اسلوب بھی بہت حد تک رومانی ہے۔ اس اسلوب کے محرکات میں رومانی فضا کی تشکیل، رومانی کرداروں کی بنت، تشبیہات سے مزین زبان منظر نگاری اور عناصر فطرت کا والہانہ بیان شامل ہیں۔

زبان:

زبان کسی بھی ناول کا اہم جز ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اچھی زبان لکھنا ایک فن ہے ۔اچھی زبان قصہ کی تشکیل کرتی ہے۔ واقعہ کی تعمیر اور اس کا ارتقابھی اچھی زبان کے ہی ذریعے ممکن ہے اس کے ذریعے ہم کرداروں کے مکالمے اور ان کی صفات سے واقف ہوتے ہیں اس لیے اگر ناول کی زبان واقعہ یا صورتحال کے موافق نہ ہو تو کہانی میں کھوٹ پیدا ہو جاتا ہے۔

زبان کا خاص اثر کردار نگاری پر ہوتا ہے، زبان ہی کے ذریعے سے کردار کے ارادے، احساسات ،جذبات وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں۔ دو کرداروں کی فطرتوں کے اختلافات بھی زبان ہی کے ذریعے سے ظاہر ہوتے ہیں۔

JAHAN E TAHGEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

اس لیے زبان کو بنانے کے لیے ناول نگار کو خاص دھیان دینا چاہیے ۔اچھی زبان کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں ۔ایک یہ ہے کہ ناول کے موضوع ومزاج سے پوری طرح ہم آہنگ ہو ،دوسرے زبان کو نیچرل صاف اورموزوں ہونا چاہیے۔ ہر کردار کی بات کا رنگ بالکل جدا ہونا چاہیے ،کیونکہ ہم روز کی زندگی ہیں دیکھتے ہیں کہ ہر شخص اپنی فطرت کے مطابق بات کرتا ہےاور اپنی بات چیت کا خاص انداز رکھتا ہے۔ ناول کی زبان بھی قدرتی ہونی چاہیے یعنی ہر کردار ایسا کام کرے جو اس کی انفرادیت کو دوسروں کی انفرادیت سےالگ کرے۔

ناول نگار کو قدرتی بات چیت کی زبان اورادبی زبان کے درمیان ایک ایسی زبان ایجاد کرنی چاہیے جس میں دونوں پہلو موجود ہوں ۔یہ اصول ہر قسم کے کردار اور اس کی زبان کے سلسلے میں مشعل راہ ہوناچاہیے مثلاً اگر کوئی دیہاتی زبان میں بات کرتا ہوا دکھایا جا رہا ہے اس کی زبان دیہاتی ہونی چاہیے مگراس میں سلیقہ ہونا چاہیے ۔

حجاب کو زبان و بیار پر پوری قدرت حاصل ہے پورے شعور کے ساتھ بات کو کہنا چاہتی ہیں کہہ جاتی ہیں ان کے یہاں سادگی، سلاست ،روانی، شگفتگی اور برجستگی نمایاں طور پر پائی جاتی ہے اس وقت کے معیار کے مطابق زبان وبیان اپنی ساری خوبیوں سے معمور ہے ۔اس کے یہاں چھوٹے چھوٹے جملے بڑے ہی معنی خیز اور دل آویز ہوتے ہیں۔ ان میں درد و اثر پنہاں ہوتا ہے۔

حجاب کے ناولوں کی زبان نہایت سلیس اور سادہ ہے۔ان کی زبان موجودہ زبان سے مختلف ہے۔کیونکہ ان کو الفاظ کے درو بست اور تراکیب پر قدرت حاصل ہے۔اس کی بنیاد پر وہ بہ حسن و خوبی اسلوب میں ھوئی آہنگ پیدا کر دیتی ہیں۔حجاب کے ناولوں کی زبان تشبیہاتی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے جو اس دور کے رومانی ناول نگاروں کا طرہ امتیاز تھی۔ایسی تشبیہیں استعارے جو کیف آور ماحول کی تخلیق کرتے ہوں۔ان کے ناولوں میں کثرت سے ملتے ہیں وہ ایک رومانی زبان لکھتی ہیں جس سے حقیقی واقعات بھی تخیل کی پیداوار معلوم ہوتے ہیں۔

حجاب کی زبان نرم نازک ہونے کے باوجود خوبصورت الفاظ کا امتزاج پیش کرتی ہے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں ترنم اشاریت کے ساتھ تشبیہات واستعارات کا خوبصورت استعمال ان کی جمالیاتی حس کی نشاندہی کرتی ہے۔

یعنی وہ آسان سادہ، معنی خیز اور پراثر جملے لکھتی ہیں ۔اس میں سادگی سلاست اور روانی ہوتی ہے، کہیں پر ناہمواری نظر نہیں آتی۔ سارے الفاظ ایک خاص موزو نیت کے ساتھ آتے ہیں ۔جس کی وجہ سے زبان تاثیر پیدا ہوتی ہو جاتی ہے آسان الفاظ کو خوبصورت تراکیب کے سائے استعمال کرتی ہے جس سے ناول میں دلکشی ،شائستگی اورشیرینی کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔ان میں عمومی خصوصیات کے علاوہ حجاب نے خاص طرح کے ناولوں میں ان کی فضا سے مخصوص زبان بھی استعمال کی ہے۔

اس کے علاوہ زبان و بیان کی سادگی و سلاست، رواں، شگفتگی شیرینی، لطافت پورے آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہے۔ان کے چھوٹے چھوٹے جملے بڑے ہی دلکش اور معنی خیز ہوتے ہیں۔بعض مقامات پر ان میں سکون ، سمندر کا سکوت اور بعض جگہ کو ہسار میں بہنےوالے چشمے کا جوش و خروش ملتا ہے۔الفاظ میں سادگی ، سلاست اور لطافت اس قدر ہوتی ہے کہ ذہن پر گراں نہیں گزرتا۔اس کے علاوہ ان کی تحریروں میں فکری عناصر خاص اہمیت رکھتے ہیں۔وہ زندگی کے حسن وقبیح دونوں پہلوؤں پر نظر رکھتی ہے۔وہ زندگی کا صرف خوش گوار پہلو ہی نہیں دیکھتیں بلکہ زندگی کی چمک دمک کے ساتھ غم اور تاریکی کا بھی ذکر کرتی ہیں۔

وہ مناظر فطرت سے نتائج اخذ کرتی نظر آتی ہیں ان کا خیال ہیں کہ پہاڑ، عزم واستقلال کا درس دیتے ہیں اور سمندر کی وسعت وسیع النظری کا سبق دیتی ہے۔

اس طرح ناول کی اس پوری تاریخ میں حجاب اپنے لیے ایک خاص مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہیں۔ان کا مخصوص طرز اظہار ان کے ناول کا فکری عنصر یہ سب کچھ اتنا منفرد ہے کہ حجاب اردو کے بہتر ناول نگاروں کی صف اول میں شامل ہو جاتی ہیں۔

اردو ناول نگاری کی روایت میں حجاب کو ایک معتبر لکھاری بنانے میں ان کے پختہ اور رومانی اسلوب کا بہت عمل دخل ہے۔ اگر انکا اسلوب خالصتاً رومانی نہ ہوتا تو موضوع روکھا پھیکا رہ جانے کا احتمال تھا۔حجاب امتیاز علی چونکہ ایک بلند مرتبہ فنکار ہیں اس لیے وہ جانتی ہیں کہ کسی بھی بڑے فن پارے کی کامیابی کے لیے فکر واسلوب کے تال میل کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی بھی فن پارہ چاہے کتنے ہی اچھے اور بڑے موضوع کا حامل کیوں نہ ہو اسکی کچھ وقعت نہ رہ جائے گی۔ جب تک کہ وہ اچھے اسلوب کا بھی حامل نہ ہو گا اسی طرح اسلوب بہت آراستہ و پیراستہ اور پرشکوہ ہی کیوں نہ ہو۔جب تک موضوع اچھا نہ ہو گا۔ وہ فن پارہ بے وقعت و کم اہم ہی رہے گا تو فکرو اسلوب کے درمیان ہم آہنگی کسی بھی فن پارے کے کیے بہت ضروری ہوتی ہے۔ حجاب امتیاز علی ایک عمدہ فنکار ہونے کے ناطے اس کلیے سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لیے ان کے تمام ناولوں میں موضوع اور کردار کی ہئیت و تشکیل کے حوالے سے اسلوب بھی رومانوی ہوتا ہے۔

حوالہ جات

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

۱۔ سہیل بخاری ,ڈاکٹر , ''اُردو ناول کی تاریخ و تنقید''(لاہور، میر ی لائبریری، ۱۹۶۶ء)ص ۵۸

۲۔عابد علی عابد ،سید ، ''اسلوب''(لاہور، مجلس ترقی ادب ،۱۹۹۶) ص۲۱۲

۳۔ ممتاز احمد خان ، ڈاکٹر ،'' آزادی کے بعد اردو ناول'' (کراچی،انجمن ترقی اردو پاکستان ، ۱۹۹۷ء) ص ۵۲

۴۔انواراحمد،ڈاکٹر،''اردوافسانہ ایک صدی کا قصہ ''(اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان،۲۰۰۸)ص۲۲

۵۔ محمد حسن،ڈاکٹر،''اردوادب میں رومانوی تحریک''(علی گڑھ ،شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،۱۹۵۵)ص۶۷

۶۔حجاب امتیاز علی،''ظالم محبت''(ناول) (لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۰)ص ۲۹

۷۔ایضاً ص۳۰

۸۔ایضاً ص۴۵

۹۔ایضاً ص۹۲

۱۰۔ایضاً ص۹۲

۱۱۔ایضاً ص۱۹۸

۱۲۔ایضاً ص۲۲۱

۱۳۔ حجاب امتیاز علی ،''اندھیراخواب''(ناول)(لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز۲۰۱۶)،ص ۲۲

۱۴۔ایضاً ص۴۰

۱۵۔ایضاً ص۴۷

۱۶۔ایضاً ص۷۹

۱۷۔ایضاً ص۱۳۷

۱۸۔ایضاً ص۱۹۷

۱۹۔ایضاً ص۲۵۰

۲۰۔حجاب امتیاز علی،''پاگل خانہ''(ناول) (لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۰) ص۲۳

۲۱۔ایضاً ص۲۴

۲۲۔ایضاً ص۲۷

۲۳۔ایضاً ص۶۳

۲۴۔ایضاً ص۸۵

۲۵۔ایضاً ص۱۳۳

۲۶۔ایضاً ص۳۰۶

۲۷۔ایضاً ص۳۱۵